احساس

شعری مجموعہ

زاہد قریشی

اَنتساب

نام کتاب احساس (شعری مجموعہ)
مُصنف زاہد قریشی
بارِ اوّل ایک ہزار
سالِ اشاعت اپریل سنہ ۱۹۸۴ء
قیمت دس 10 روپے
کتابت ساجد جمیل
ناشر منصور پبلیکیشنز
6-346
رُوپ لعل بازار شاہ علی بنڈہ حید
500265

ٹائیٹل : سُلطان معین الدین قادری (دہلوی)

مطبوعہ : رفیق مشین پریس، مچھلی کمان حیدرآباد ۱-۲

: ملنے کے پتے :

۱۔ الیاس بک ڈپو شاہ علی بنڈہ حیدرآباد
۲۔ حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد
۳۔ ایم اے زاہد قریشی 20-6-346 رُوپ لعل بازار شاہ علی بنڈہ حیدرآباد
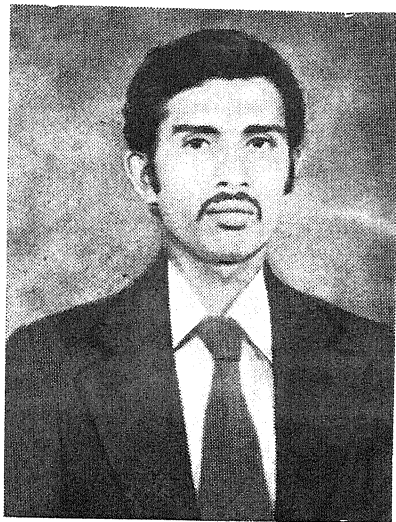
ڈستا ہے ہر اک موڑ پہ تنہائی کا احساس
شائد میرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے

زاہد قریشی

۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولینا العلوم شاہ غلام احمد صاحب کلیمی مدظلہ العالی مفسر و محدث دکن

امسال جواں فکر شاعر زاہد قریشی کے کچھ نعتیہ اشعار دیکھے گئے اگر ایسی طرح شعر و سخن کا مشغلہ جاری رہے گا۔ تو یقیناً اچھے شاعر ہو جائیں گے ویسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں جو اشعار ہیں ان کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

غلام احمد کلیمی

۸ رجمادی الثانی ۱۴۰۳ھ
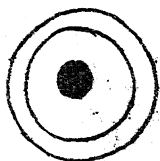
احساس

پانچ

الحاج جناب سلطان صلاح الدین اویسی

(ایم۔ ایل۔ اے)

(صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین)

ذاہد قریشی کا شعری مجموعہ "احساس" اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ وہ نہ صرف سیاسی ذہن رکھتے ہیں بلکہ ان کو شعر وادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ روز و شب کی سیاسی مصروفیات کے باوجود ایک شعری مجموعہ ترتیب دینا اُردو ادب سے محبت کی ایک اچھی مثال ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات اس مجموعۂ کلام کو پسند فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

• "شاعرِ احساس" جناب محمد آغا مجاہد علی قریشی زاہد شہر حیدرآباد کے ممتاز و متمول گھرانہ کے فرد ہیں۔ ان کے خاندان کو حضرت آغا محمد داؤد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (آغا پورہ) سے نسبت کا شرف حاصل تھا اسی وجہ سے "آغا" خاندان کے ہر فرد کے نام کا جزو بن گیا۔

زاہد قریشی کے پدر بزرگوار محمد آغا داؤد علی قریشی (مرحوم مغفور) نے اپنی بے شمار خصوصیات اور کارگزاریوں کی وجہ سے "آغا صاحب" کے نام سے معروف ہوئے۔ آغا صاحب "ٹوینسٹی اسپیل کمپنی (بس سروس) حیدرآباد کے جنرل منیجر کے فرائض انجام دیئے۔ وہ نواب میر قدرت نواز جنگ اسٹیٹ کے تعلقدار رہ چکے نیز محکمہ سیول سپلائی (راشن بندی) کے اعلیٰ عہدیدار کی حیثیت سے عوام کی بے پناہ خدمت انجام دی۔

آغا صاحب قائد ملت بہادر یار جنگ کے قریبی ساتھیوں میں شمار

کئے جاتے تھے۔ آزادی کے قریب ہنگل باٹھے کے ایک وسیع علاقہ
میں مجلس اتحاد المسلمین کے سرگرم قائد کی حیثیت سے پولیس ایکشن کے
موقع پر نمایاں خدمات انجام دیں جیسے گنگا باؤلی کے مقام پر
"مہاجرین" کیمپ کروا کر اضلاع کے ہزارہا لٹے پٹے مسلمان لوگوں کو
بسایا۔

آغا صاحب "وقت کے قطب دکن" حضرت شاہ غلام غوث کلیم
رحمت اللہ علیہ خلیفہ حضرت سردار بیگ صاحب رحمت اللہ علیہ
کے ہاتھ پر بیعت کی اور فیض حاصل کیا۔
بعد ازاں پیر و مرشد کے جانشین حضرت شاہ غلام احمد صاحب کلیمی
مفسر و محدث دکن سے بھی نسبت کا شرف حاصل کیا۔ آغا صاحب نے
اپنے پیر و مرشد کے نام سے ماہنامہ "کلیم" جاری کیا۔ ایک
طویل عرصے تک اس "ماہنامے" کے ذریعہ مذہبی، علمی، ادبی
سیاسی، سماجی خدمات انجام دیں۔

زاہد قریشی

شاعر "احساس" کے پدر بزرگوار کی صلاحیتوں
اور کارگزاریوں کو بیان کرنے سے بتانا مقصود
ہے کہ شاعر میں جو مذہبی اور سیاسی شعور اور خوبیاں موجود ہیں انھیں
ان کے والد سے ورثے میں ملیں۔
زاہد قریشی ایک مقامی لیڈر نیز ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے تحریک

اور بیروزگار عوام کے بے شمار مسائل کی یکسوئی کیلئے معاشی وسائل فراہم کرتے ہوئے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر حیدرآباد کے ایک ہزار غریب اور بے گھر عوام کو حکومت کی جانب سے پٹہ جات تقسیم کرانے سے متعلق ایک یادداشت مرکزی حکومت میں پیش کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ان کے پروگرام کو بحد سراہا اور تیقن دیا کہ حکومت ہند ایسے سماجی کارکنوں کی ہمت افزائی کرے گی۔

اور اس قسم کے کاموں میں ہر ممکنہ مدد دے گی۔ بہرحال زاہد قریشی کی سیاسی اور سماجی خدمات لائق ستائش ہیں۔

تاثرات

اس "احساس" نامہ کی شاعرانہ حیثیت پر تبصرہ تو کوئی شاعر ہی کرسکتا ہے۔ میرے لیے اس میں جذب وکشش کا سامان شاعر کے جذبات عشق ومحبت ہیں جو بارگاہ رسالت میں پیش کئے گئے اور صرف یہی ایک جز احساس نامہ کی اور جواں سال شاعر کی مقبولیت کے لیے کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس مقبولیت کے پاک اثرات سے شاعر اور متعلقین کو نوازے۔ آمین

آغا عثمان علی قریشی

پریسیڈنٹ الکائنز ڈرپارٹمنٹ ایمپلائز اسوسی ایشن

سروس (اے پی)

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ جس سرزمین دکن میں میں پیدا ہوا وہ صدیوں سے شعر و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اور جس میں لافانی ادبی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی تخلیقات میرے لئے روشنی کے مینار ہیں۔

میرا مجموعۂ کلام "احساس" پہلا شعری مجموعہ ہے جس کو پیش کرنے کی میں نے جسارت کی۔ میں نے زمانے کے جن حالات کو محسوس کیا انھیں قلمبند کرنے کی پوری پوری کوشش بھی کی ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار کن مسئلہ ہے کہ میں اپنے جذبات کو قلمبند کرنے میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں۔ یہ تو اہل ذوق احباب ہی بتا سکیں گے۔

یہ میرا پہلا ادبی تجربہ ہے اور ظاہر ہے کہ ابتدائی مراحل بڑے کٹھن ہوتے ہیں۔ اور پھر ایسے دور میں جبکہ اردو زبان بے شمار مسائل سے دوچار ہو گیا۔ اردو زبان کے شعرا اور ادیبوں کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے شاید ہی کسی اور زبان کے لئے ایسے مسائل درپیش ہوں گے۔

التماس

میں ادبی دنیا کے ایک طالب علم کی حیثیت سے امید کرتا ہوں کہ میرے احساس کی ہمت افزائی ہوگی ۔

میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے میرے جذبات کو احساس کی شکل میں مرتب و مرصع کرنے میں میری ہمت افزائی فرمائی ۔

آخر میں میں ان تمام سرپرستوں ' اہل علم و اہل ذوق حضرات سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میرے مجموعہ کلام احساس کے بارے میں اپنی قیمتی و زرین آراء سے نوازیں گے ۔

زاہد قریشی
۲ اپریل ۱۹۸۳ء
م ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

تعریف کیا بیاں ہو تصور محال ہے
روشن ہے تجھ پہ جو تیرے بندہ کا حال ہے

ہونا وہ خاک طور کا موسیٰ کے روبرو
یارب تیرے جلال کی ادنیٰ مثال ہے

زاہد

نگارہ

ہیں اُمّت کے رہبر ہمارے محمدؐ
گداؤں کے داتا سہارے محمدؐ

قرآں جن پہ نازل ہوا ہے مکمل
حلیمہؓ کی آنکھوں کے تارے محمدؐ

بلایا جنھیں حق نے عرشِ بریں پر
خدا کو ہیں بس سب سے پیارے محمدؐ

جنھے انبیاء کی امامت ملی ہے
وہ ہیں عرشِ اعلیٰ کے تارے محمدؐ

مٹائی ہر باطل کی ظلمت سراسر
وہ تنویرِ حق ہیں ہمارے محمدؐ

ابتدائی

یتیموں کو اپنے گلے سے لگا کر
بنے بے کسوں کے سہارے محمدؐ
حکومت دو عالم پہ تھی اُن کی ذاتِ حق
فقیری میں پھر بھی گزارے محمدؐ

الحق

قرآن کہہ رہا ہے حق کا پیام تم ہو

ہم بیکسوں کے آقا خیر الانام تم ہو

ہر شے میں تم ہو شامل ہر سو تمہارے جلوے

دیکھوں کہاں کہاں میں عالم تمام تم ہو

کی ابتدا تم ہی سے تم پر ہی انتہا ہے

طیبہ کا ہو سویرا مکہ کی شام تم ہو

تم ہو حبیب رب کے تم سے ہے آس میری

نبیوں کو ناز تم پہ عالی مقام تم ہو

اُمی لقب تھے، کی ہے نبیوں کی رہنمائی

ہو آخری نبی تم سب کے امام تم ہو

ارشاد حق

آمد پہ جن کی حق نے عرشِ بریں سجایا
حق نے کیا ہے جن کا خود اہتمام تم ہو

محشر کے روز زاہد یہ گھبرا نہ خوف کھانا
بخشوائیں گے وہ تم کو جن کے غلام تم ہو

نہ سمجھو ہے نہیں کوئی ہمارا ٭
محمد مصطفےٰ صلعم کا ہے سہارا ٭

مدد فرمائیے امت کی آقا ٭
کہ تم ہو بے سہاروں کا سہارا ٭

حبیب رب ہو محبوب خدا ہو ٭
کرم کا کیجئے بس اک اشارا ٭

صدا دی ہے تمہیں کو لاج رکھ لو ٭
پکارا جب بھی تم کو ہی پکارا ٭

خدائی ہے تمہاری تم خدا کے ٭
کہ امت پہ کرم کا ہو اشارا ٭

آٹھلا

التماس

بہت گھیرا ہے مجھ کو مشکلوں نے
مدد فرمائیے میری خدارا

دلِ زاھد کی بھی فریاد سن لو
دیا ہے آپ نے سب کو سہارا
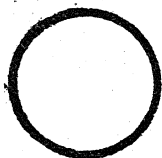
یا نبیؐ آپ کی اِک نظر چاہیئے ٭ کچھ نہیں نسبتِ معتبر چاہیئے

دل دھڑکتا ہے فرقت میں یوں رات دن ٭ کچھ دعاؤں میں لیکن اثر چاہیئے

رات دن وقفِ فریاد ہوں یا نبیؐ ٭ کوئی فریاد کی رہ گذر چاہیئے

یوں تو ہر شے نظر میں ہے لیکن حضور ٭ آپؐ کو دیکھ لوں وہ نظر چاہیئے

زندگی ختم ہونے سے پہلے مری ٭ اِک مدینے کا مجھ کو سفر چاہیئے

سر یہ زاہد جھکائے کہاں دربدر
اِس کو طیبہ کا ہی سنگِ در چاہیئے

[illegible]

نصیبوں کو پل میں جگا دینے والے ۔۔ محمد ہیں بگڑی بنا دینے والے

نگاہِ کرم اک ادھر بھی خدا را ۔۔ مصیبت کا دامن چھڑا دینے والے

صدا میری سن لو کہ ہے اک بھکاری ۔۔ گداؤں کی دنیا بسا دینے والے

میں کیوں ہاتھ پھیلاؤں غیروں کے آگے ۔۔ کہ ہیں جب حبیبِ خدا دینے والے

جہنم کا کھٹکا نہیں دل میں میرے ۔۔ کہ ہیں مصطفیٰ بخشوا دینے والے

کہاں تک اٹھائیں یہ غم زندگی کے ۔۔ غموں کو دلوں سے مٹا دینے والے

غمِ ہجر میں کوئی روتا ہے اکثر ۔۔ یہ اشکوں کو موتی بنا دینے والے

یہ زاہد کی بھی لاج محشر میں رکھنا

صدا جائے نہ بے اثر یا محمدؐ — کرم کی ہو بس اک نظر یا محمدؐ

بھٹکتا ہوں غم کے اندھیروں میں کب سے — شبِ غم کی کب ہو سحر یا محمدؐ

ابھی سب چھٹیں گے غموں کے یہ بادل — ذرا دیکھ لو تم ادھر یا محمدؐ

کہاں جائے گی پھر یہ امت تمہاری — نہ لو گے اگر تم خبر یا محمدؐ

بتاؤ کہ پھر کون پوچھے گا ہم کو — بھلا دو گے تم ہی اگر یا محمدؐ

زمانہ ہوا ہے اسی حال میں ہوں — یہ زخمی ہے دل اور جگر یا محمدؐ

بلا لیجئے در پہ زاہد کو اپنے

پھرے کب تلک در بدر یا محمدؐ

تاریخ کہہ رہی ہے شہادت حسینؓ کی قائم ہے حشر تک یہ صداقت حسینؓ
امت پہ نانا جان کی قربان ہو گئے احسان کر گئی یہ محبت حسینؓ

ہیں فاطمہؓ کے لعل نواسے رسولؐ کے کافر نہ جان پائے حقیقت حسینؓ
میدانِ کربلا میں تھا ماتم اٹھا ہوا دامن نہ چھوڑا صبر کا ہمت حسینؓ

سیراب سب لعین اور پیاسے امام تھے اے کاش کوئی جانتا حالت حسینؓ
ڈوبے ہوئے لہو میں گرے جس گھڑی حسینؓ اک شور تھا ماتم تھا شہادت حسینؓ

سجدہ میں سر کٹا دیا ذالک حسینؓ نے
یوں رشک بندگی تھی عبادت حسینؓ کی

تلاش

بنتا ہی یہاں درد' اجالوں کا شہر ہے
جینا بھی سلیقہ سے یہاں ایک ہنر ہے

کچھ لوگ یہاں ہنستے ہیں آہوں کو چھپانے
سینے میں کبھی درد ہیں اور نہ چاک جگر ہے

میں نے بھی دیکھا ہے ہر ایک راہ سے چل کر
کانٹوں سے سجی آج بھی ہر راہ گذر ہے

ڈستا ہے ہر ایک موڑ پہ تنہائی کا احساس
شاید مرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے

غم خود ہی زمانہ کا زمانے کو بہت ہے
کیوں اور دکھاؤں میرا دامن ابھی تر ہے

اب درد بھی گھبراتا ہے رہنے کو میرے پاس
شاید کسی دشمن کی دعاؤں کا اثر ہے

زاہد نہ ڈرا تو مجھے بجلی کی چمک سے
گرتی ہے کہاں برق مجھے اس کی خبر ہے

آج گلشن کو نئے ڈھب سے نکھارا جائے
ساتھ ہی پھول کے کانٹوں کو سنوارا جائے

کچھ تو کانٹوں نے بھی پھولوں کی حفاظت کی ہے
اُن کے سینے کا بھی کچھ بوجھ اُتارا جائے

خون کلیوں کا جو لی پی کے جیا کرتا ہے
ایسے خونی کو تو پھانسی ہی سے مارا جائے

زندگی آج بھی روتی ہے گھٹاؤں کی طرح
اس کی پلکوں پہ بھی خوشیوں کو سنوارا جائے

چاند تک اپنی رسائی تو ہوئی ہے لیکن
کیوں نہ تاروں کو بھی دھرتی پہ اُتارا جائے

دل کی راہوں میں تو مدت سے اندھیرا ہو رہا
روشنی لیکے وہاں کوئی تو تارا جائے

درد خود ہم نے زمانے کا لیا ہے زاہد
یہ کوئی بوجھ نہیں ہے جو اُتارا جائے

وقت کی دھوپ میں وہ کون کھڑا ہے لوگو
جس پہ زخموں کا ایک انبار پڑا ہے لوگو

وہ کوئی غیر نہیں اتنی خبر ہے مجھکو
اپنے ہی دور کا انسان چھپا ہے لوگو

اپنی پلکوں کو ذرا مل کے اسے دیکھ تو لو
ہاں اسی ڈھیر میں فنکار دبا ہے لوگو

نسل آدم کا لہو جب بھی بہا پلکوں سے
فن اسی دور میں بیدار ہوا ہے لوگو

سنگ برسائے گئے ہیں تو اسی پر اکثر
وقت کا اپنے جو آئینہ بنا ہے لوگو

ایک ذاکر نہیں غمخوار بہت اور بھی ہیں
کیا زمانے نے انھیں یاد کیا ہے لوگو

اعتدال   اٹھائیس

دیکھو تم آج سامنے علم و ہنر کی بات
چھیڑی ہے رہبروں نے حقوقِ بشر کی بات

دشمن یہیں کہیں پہ چھپے ہوں گے آس پاس
باہر نہ جانے دیجیے کبھی اپنے گھر کی بات

دیر و حرم کے قصّے بہت عام ہو گئے
چھیڑو جناب شیخ کبھی چشمِ تر کی بات

ساری زباں کا مول ہے اُن کی نگاہِ ناز
اونچا مقام رکھتی ہے نیچی نظر کی بات

ہوتا ہے جب کہیں بھی وفاؤں کا تذکرہ
میں نے پسند کی ہے تیری رہ گذر کی بات

بیٹھے ہیں ہم بھی موجِ طلاطم کو موڑ کر
ساحل نہ کر تو ہم سے خدارا بھنور کی بات

[illegible] اُنتیس

پیری کو جن کی روگِ سیاست نے کھا گیا
کیا خاک وہ سناتے کسی کو ہنر کی بات

زاہد عجیب ہیں یہ تمہارے شہر کے لوگ
کرتے ہیں بے کسی میں بھی لعل و گہر کی بات

اکتالیس
●
تیئیس

دُشمن کے ہوں آنسو یا رہیں یار کے آنسو
بہتے ہی رہے آنکھ سے فنکار کے آنسو

اس پر نہ ہنسو دوست، یہ ہی میرا زمانہ
چمکیں گے میرے دور میں فنکار کے آنسو

مسرور ہیں گُل اور کلی جو رُلاتے ہیں
لگتا ہی یہاں ٹپکے ہیں غمخوار کے آنسو

کھو جائیں گے خود مات وہاں لعل و گُہر بھی
تُل جائیں کسی روز جو غمخوار کے آنسو

کب آنکھ میں آجائیں یہ محسوس نہ ہوگا
خاموش ڈھلک جاتے ہیں بیمار کے آنسو

ملنے پہ بھی آنسو تو بچھڑنے پہ بھی آنسو
ہوتے ہیں اس انداز کے دلدار کے آنسو

زاہد کبھی اشکوں سے پگھل جاتے ہیں پتھر
پتھر کو جگر دیتے ہیں مکار کے آنسو

●

کہوں کیسے کہ منزل ڈھونڈتا ہوں
میں خود منزل کا اپنی راستہ ہوں
وہ قطرہ ہوں جو دریا میں چھپا ہوں
ہر اک طوفاں میں خود کو دیکھتا ہوں
کرو نہ فکر میری اے کنارو
تلاطم سے میں اکثر کھیلتا ہوں
مجھے چھو کر بھی اتنا نہیں دم
حوادث کو بہت پہچانتا ہوں
ہے کانٹوں سے مجھے کچھ خاص الفت
حقیقت پھول کی میں جانتا ہوں

کسی کی یاد تڑپاتی ہے ناصح
پلٹ کر جب چمن کو دیکھتا ہوں

●

سکونِ دل ہو میری روح کا قرار ہو تم

حسین پھول ہی کیا پھول کا نکھار ہو تم

تمہارے ذکر پہ کھلتے ہیں پھول گلشن میں

بہار کیسے کہوں رونقِ بہار ہو تم

ملا کے تم سے نظر خود کو بھول بیٹھا ہوں

سرورِ حسن کا ہو عشق کا خمار ہو تم

یہ زلف کالی گھٹا اور چاندنی سا بدن

میرے خیال کا پیکر ہو شاہکار ہو تم

سوائے اہلِ قلم کے ہو اور کیا ذاتھ

سنا ہے سارے زمانے کے غمگسار ہو تم

احتیاج

ذکرِ فصلِ بہار کرتا ہوں

دل کو یوں بیقرار کرتا ہوں

ہو مبارک بہار گلچیں کو

میں تو کانٹوں سے پیار کرتا ہوں

تیرے آنے کی اب نہیں اُمید

کیوں ترا انتظار کرتا ہوں

میں چراغِ وفا ہوں جل جل کر

رونقِ بزم یاد کرتا ہوں

غم میں لذت ہے عشق کی ذاھد

اس لیے غم سے پیار کرتا ہوں

غمِ حیات تجھے میں نے ہی پکارا ہے

تو بے سہارا پھرے کب مجھے گوارا ہے

ابھائیں دے دلِ ناکام کو اے دردِ جگر

بلا کے پاس تجھے دل میں جو اتارا ہے

یہ اور بات ہے پھولوں سے خار کم تر ہیں

گلوں کو خار کا لیکن بڑا سہارا ہے

بھری بہار میں گلشن سے خار چنتے ہیں

خزاں سے پیار ہے جس کو وہ دل ہمارا ہے

وہ ایک موجِ تلاطم سے کیا ڈرے زاہد

جو اپنی عمر تلاطم میں ہی گزارا ہے

۵

غم نہیں دل کو تیرا سہارا نہیں

دل یہ احساس غم سے تو ہارا نہیں

زندگی میں ملے ہیں سہارے کئی

زندگی بھر کا کوئی سہارا نہیں

لوگ جیتے ہیں دنیا میں ایسے کئی

دل کو جن کے کسی کا سہارا نہیں

بے وجہ پاس میرے تو آنے لگی

زندگی تجھ کو میں نے پکارا نہیں

چھین کر دل وہ مجھ سے یہ کہنے لگے

دل ہمارا ہے ذاتی تمہارا نہیں

[illegible] چھتیس

ابھرے کئی بدن تو گھٹے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد کے نیچے دبے ہیں کئی بدن

جلتی ہوئی یہ لاشیں ہیں دیکھو قریب سے

دیئے فریب خود کو سمجھے ہیں کئی بدن

دن کی کڑی یہ دھوپ جلاتی تو ہے مگر

ساون کی رات میں بھی جلے ہیں کئی بدن

ممکن ہے شب کی روشنی تاروں کی مات ہو

لیکن یہ روشنی میں بکے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد میں ہوئے دفن یوں عیاں ہوئے

بن کے چمن میں پھول کھلے ہیں کئی بدن

زاھد ہر ایک پھول شہیدوں کی یاد ہے

میدانِ کربلا میں کٹے ہیں کئی بدن

ن

ہر ایک موجِ سمندر میری تلاش میں ہے
زمیں کا گھومتا چکر میری تلاش میں ہے

سکونِ دل کیلئے میں تو رک نہیں سکتا
زمانے بھر کا مقدر میری تلاش میں ہے

غلط ہے تیغ جو کہتے ہیں قتل گاہ میں ہے
امن کے نام کا خنجر میری تلاش میں ہے

میں آئینہ ہوں تیرے دور کا بچالے مجھے
ہر انقلاب کا پتھر میری تلاش میں ہے

وفا پرستوں میں میرا بھی نام لکھ لیجئے
جفا پرست ستمگر میری تلاش میں ہے

اقتباس

آرٹسٹ

میرے خلوص کو دیوانگی وہ سمجھے تھے
انہی کی زلفِ معطر میری تلاش میں ہے

یہ میرے عزمِ مکمل کو دیکھ کر زاھد
ہر ایک عزم کا پیکر میری تلاش میں

دورِ غم کی منزلوں سے جب نکل جاتا ہے دل
گرتے گرتے راہ میں خود ہی سنبھل جاتا ہے دل

کیا ضرورت روشنی کی زندگی کی راہ میں
زندگی کی شمع بن کر خود ہی جل جاتا ہے دل

گرم اشکوں سے کبھی جب مسئلے پانی ہوئے
~~کیا عجب ہے رنج و غم سے کر پگھل جاتا ہے دل~~

ذکر کوئی کرتے کرتے دھڑکنیں تھمتی ہیں جب
جیسے سورج شام کا ہو ویسے ڈھل جاتا ہے دل

غیر کی محفل میں اک شرمیلے دیکھا ہے کبھی
ذکر سنتے ہی تمہارا خود مچل جاتا ہے دل

کیا ہی زاہد عزمِ کامل کا اثر تو دیکھیے
شدتِ رنج و الم میں بھی بہل جاتا ہے دل

حیا

احساس

کس شوق سے کہیں دشت زمانے میں چلے ہیں
ہم پھول کے دھوکے میں تو کانٹوں پہ چلے ہیں

ہم سے نہ زمانے کا وہ کردار چھپاؤ
ہم لوگ ہر اک دور کے ہمراہ چلے ہیں

کچھ تم ہی نہیں دوست اجالوں کے پیمبر
سورج کی طرح ہم بھی سرِ شام ڈھلے ہیں

موجوں کے تھپیڑوں سے نہیں ڈرنے والے
ہم وہ ہیں کہ ظلمت کی [illegible] باہوں میں پلے ہیں

راتوں کے اندھیرے ہیں نہ اور دن کے اجالے
گو لاکھ طلب ہم بھی آہوں کے تلے ہیں

شاید کوئی دل کا مکیں آئے گا دل میں
کرنے کو اجالا یونہی ہر شام جلے ہیں

زاہد میرا بھی ہے ماضی کی امانت
کس طرح کہوں میں کہ وہ لمحات ٹلے ہیں

احساس

قسمت سے ہمیں ایسا بھی اک دور ملا ہے
ہر کوئی یہاں موت کے سایہ میں کھڑا ہے

کچھ تم ہی بتاؤ مجھے یہ کیسی وفا ہے
انسان ہی انسان کا خریدار بنا ہے

ہر سمت تباہی کا یہ منظر ہے کہاں تک
ہر ایک یہاں خود سے ہی یہ پوچھ رہا ہے

سیکھا ہے ہر ایک شخص نے یاں ہنسنے کی ادائیں
ہر دل میں مگر درد کا طوفان چھپا ہے

میری ہی نہ کرو فکر یہ دیکھو اسے کیا ہے
تم پر بھی تو حقائق کا ابھی لے کے اٹھا ہے

جو درد کو اوروں کے بنا لیتا ہے اپنا
انسان حقیقت میں وہ انسان بڑا ہے

آغاز کے انجام سے گھبراؤ نہ ناحق
ہوگا وہی جو اپنے مقدر کا لکھا ہے

بیالیس

احساس

ہیں فسانے عجیب پھولوں کے

پھول خود ہیں رقیب پھولوں کے

پھول سے ہاتھ پھول کو توڑے

کوئی دیکھے نصیب پھولوں کے

اُن کا آنا غضب کا آنا تھا

اُڑ گئے رنگ غریب پھولوں کے

دوست بھر دشمنی ارے توبہ

خار جیسے قریب پھولوں کے

دل سے دل کا ہو میل یوں ذاہد

جیسے خوشبو قریب پھولوں کے

ایک حقیقت تھی جو نظر آئی
کیسے ہم کو وہ بے خبر آئی

دور چلتے رہے زمانے سے
ایک ایسی بھی رہ گذر آئی

ہم کو حاصل رہا ہے قرب جہاں
خوشی جانے کہاں کدھر آئی

فاصلہ موت و زیست کا اتنا
رات گذری ادھر سحر آئی

بھولتے کیسے ان کو ہم زاہد
نام سے جن کے آنکھ بھر آئی

اب اک دور اور آنے والا ہے ایسا کہ انساں جاہ و حشم بیچ دیں۔
بھڑک جائے گی آگ نفرت کی پھر سے، تبسم ہوا لے اپنا بھرم بیچ دیں۔

یہ عابد یہ واعظ یہ مُلّا یہ پنڈت ذرا ان سے ہوشیار یہ ہیں لٹیرے
خدا ہاتھ آجائے اک بار ان کے، خدا کو خدا کی قسم بیچ دیں۔

میں ان پینے والوں سے یہ کہہ رہا ہوں، جو چھپ چھپ کے پیتے ہیں پیر و ولی کے
یہی حال گر عابدوں کا رہے گا، تو میخوار بھی جام و جم بیچ دیں۔

زمانے کے یہ ہیں نہ ان کا زمانہ، زمانہ سے ان کو نہ مطلب ہے کوئی
زمانہ پہ اِن کا اگر بس چلے گا، یہ سب مل کے دیر و حرم بیچ دیں۔

بتاؤں کیا زاہد زمانہ کی حالت، یہی ہے ترقی یہی ہے بلند
مسلمان بیچیں گے ایمان اپنا، تو پنڈت بھی اپنا دھرم بیچ

دل پہ اُن کی نظر تو ہونے دو
دلِ کو دل کی خبر تو ہونے دو

خود پگھل جائیں گے یہ پتھر دل
آہ میں کچھ اثر تو ہونے دو

خود ہی دامن ملے گا اشکوں کو
پہلے چشمِ تر تو ہونے دو

کٹ ہی جائے گی شب کی تاریکی
میرے آنسو گہر تو ہونے دو

کھنچ کے آئیں گی منزلیں خود ہی
عزم کو راہ بر تو ہونے دو

رنگ لائے گی خود وفا راحلؔ
اپنا خونِ جگر تو ہونے دو

ظلم کی حد سے گذر نا نہ ستانے والے
مٹ کے رہ جاتے ہیں اوروں کو مٹانے والے

یہ تو الزام نہ دے ہم نے جلایا ہے چمن
ہے نگہبانِ چمن آگ لگانے والے

بے بسی پر مری ہنستا ہے مگر اے صیاد
تجھ کو چھوڑیں گے کہاں ظلم اٹھانے والے

میں تو شعلہ ہوں کسی وقت بھڑک سکتا ہوں
اپنے دامن کو بچا مجھ کو بجھانے والے

ہم سے تو ہو کے جدا پا نہ سکے گا منزل
ہم ہیں منزل کی تجھے راہ دکھانے والے

درد سینہ میں کوئی سوزِ الم رکھتے ہیں

یہ وہ دولت ہے جسے اہلِ قلم رکھتے ہیں

اب کوئی فرق نہیں رہبر و رہزن میں یہاں

جانے کس نقش پہ ہم اپنے قدم رکھتے ہیں

ایک محتاج دے محتاج کو ممکن ہی نہیں

یہ جہاں والے بھی کیا دستِ کرم رکھتے ہیں

خون نہ روئے تو وہ اشک کہاں سے لائیں

اپنے سینہ میں جو دشمن کا بھی غم رکھتے ہیں

ہم سے مت پوچھئے زاہد کہ زمانہ کیا ہے

ہم زمانے کے مقدر کا بھرم رکھتے ہیں

●

قربان ایسے دوست کے ایسے حبیب کے
بن جائے جو جہاں میں سہارے غریب کے

پوچھے کوئی رئیس غریبوں سے حالِ دل
جیتے ہیں کس طرح یہ ہمارے نصیب کے

بیگانہ ہو رہے ہیں جو آدم کی نسل ہے
انسان سے انسان کے ہیں رشتے قریب کے

یوں دوستی کے پردے میں کرتے ہیں دشمنی
دعوے ہیں دوستی کے طریقے رقیب کے

پایا کوئی خوشی تو مِلا ہے کسی کو غم
ناصح یہ چلتے رہتے ہیں چکر نصیب کے

اقتباس

وہ عقل کے نام پہ لٹتا ہے کوئی دیوانہ

نثارِ شمع یہ ہونے لگا ہے پروانہ

تمہاری بزم میں ہم بھی شریک تھے لیکن

نکالا ہم کو ہی محفل سے پیرِ میخانہ

ملی ہے ایک کو ہاں تشنہ کام ہم ہی رہے

نصیب کا ہی نہ تھا اپنے کوئی پیمانہ

عجیب حال ہے ان میکشوں کا اے واعظ

اٹھا لیا ہے انہوں نے سروں پہ میخانہ

قطرہ بچا کے چلو ان سے شیخ جی صاحب

سرور ان میں ہے انداز ان کا رندانہ

الفغلق بیجاکی

تمہارے شہر میں مدت ہوئی مجھے رہ کر

~~تمہارے شہر میں اب تک بھی ہوں میں~~

سیدی وفاؤں کے چرچے تو عام ہیں لیکن

کہیں جفاؤں کا تیری بنے نہ افسانہ

نہیں ہے اس کے سوا اور کوئی سرمایہ

قبول کیجئے للہ دل کا نذرانہ

پلا رہے ہیں اگر وہ تو پی بھی لو زاھد

بلا سے لوگ پکاریں جو تم کو مستانہ

اکیاون

نہ دل میرا نہ جاں میری ہے بس تو پاسباں میرا
نہ کوئی ہمدم میرا رہبر نہ کوئی مہرباں میرا

سہارے پر تیرے میں لے چلا ہوں اپنی کشتی کو
ہزاروں ہیں طلاطم اور تنہا کارواں میرا

ہوئی دشمن یہ کیوں بجلی خدا جانے ہوا کیا ہے
بنا ہے شاخِ گل پہ جب سے یارب آشیاں میرا

تمہارے ذکر پر کھلتی ہیں کلیاں دل کے گلشن
تمہارا غم جلا دے نا کہیں یہ گلستاں میرا

جدائی میں کسی کی دل پہ ناصح کیا گزرتی ہے
گواہ ہیں چاند تارے راز داں ہے آسماں میرا

وہ کون سا بشر ہے جسے کوئی غم نہیں
کامل نہیں حیات جو رنج و الم نہیں

تاریکیوں کا خوف بھلا کیوں رہے ہمیں
آنسو ہمارے ماہ و انجم سے کم نہیں

یوں تو جہاں میں سینکڑوں اپنے رفیق ہیں
سہہ لے جو بھی جہاں کے ستم ایک ہم نہیں

کیا رنگ لائے دیکھئے اب شدتِ الم
غم کا دہکنا سینہ میں شعلوں سے کم نہیں

زاہد کسی کے عشق میں ہم نے خدا گواہ
ڈھیروں ستم اٹھائے مگر آنکھ نم نہیں

تزئین

ہم پر جو ظلم ڈھائے تری رہ گزر میں لوگ
ٹھہرے ہیں آج بھی وہ ہماری نظر میں لوگ

دشمن کا اپنے گھر میں نظر کیوں نہ ہو بھلا
رہتے ہیں دشمنوں کی طرح اپنے گھر میں لوگ

اک ہم ہیں جو کہ بوجھ بنے ہیں زمیں پہ
کچھ وہ بھی ہیں جو تلتے ہیں لعل و گہر میں لوگ

تنقید کس پہ آپ کریں گے جناب شیخ
اپنا مقام آپ ہیں علم و ہنر میں لوگ

دے دے کے طعنے ہم کو تمہاری جفاؤں کے
نشتر چلا رہے ہیں ہمارے جگر میں لوگ

خود کا نہیں ہے ہوش لو اوروں کا ہے ملال
زاہد عجیب ہیں یہ تمہارے نگر میں لوگ

انتخاب

بہ جون

باں کی حالت کیا بتائیں آپ کے جانے کے بعد
کیا ویران گلشن پھول مرجھانے کے بعد

دل کی راہوں سے گذر کر آپ تو چلتے ہوئے
دل بہلتا ہی نہیں یہ لاکھ بہلانے کے بعد

ان جلوں سے دل لگی اچھی نہیں میرے رفیق
تجھی تڑپے گا کسی دن تجھ کو تڑپانے کے بعد

وقت وارفتگی نے مجھ کو یوں بھلا دیا
قیص کو بھولے گی دنیا میرے افسانے کے بعد

میری ناکامی نے زاہد غم کو بخشی زندگی
درد کی لذت ملی ہے زخم دل کھانے کے بعد

اسحاق

دل جلانے کا کچھ شعور بھی ہے
جلنے والوں میں کوہِ طور بھی ہے

پھر بھی حسرت ہے تیر کھانے کی
یوں تو زخموں سے دل یہ چور بھی ہے

اُن کے جلوے تو عام ہیں لیکن
اپنی نظروں کا کچھ قصور بھی ہے

دل میں بستے ہوئے بھی یاد اُنکی
اپنے وہم و گماں سے دور بھی ہے

ناز و انداز اُن کے کہتے ہیں
کچھ حیا بھی ہے کچھ غرور بھی ہے

یہ کرشمہ ہے دستِ ساقی کا
آج مے میں ذرا سرور بھی ہے

دل کی دنیا میں آج اے زاہد
اُن سے رونق ہے اُن سے نور بھی ہے

حسینِ ذوقِ نظر کی تم ذرا حالِ نظر دیکھو

کہ اُن کو دیکھ لیتی ہے جہاں دیکھو جدھر دیکھو

حقیقت دیکھنا چاہو اگر سارے زمانے کی

زمانے کو نہ دیکھو تم ہمارا دیدۂ تر دیکھو

یقیں آئے گا آخر کب تمہیں میری وفاؤں پر

گذر جائے نہ ساری امتحاں میں یہ سحر دیکھو

ملا کرتی ہے اُس کو اتنی جتنا ظرف ہے جس کا

کرشمہ ہے یہ ساقی کا یہ ساقی کی نظر دیکھو

کبھی تو رنگ لائے گی تمہاری کوشش زاہد

دُعا کر چکے ہو اب ذرا اس کا اثر دیکھو

تیری ہر اک نگاہ سوالی ہے — دل کی تو بات ہی نرالی ہے

کون سی بات کا جواب میں دوں — ان کی ہر بات ہی سوالی ہے

تم مجھے بے وفا سمجھتے ہو — تم نے کیا بات دل میں پالی ہے

میری الفت کی ایک گھڑی میں — پتہ پتہ ہر ڈالی ڈالی ہے

کیا خزاں نے چمن کو کھایا ہے — ہر اک ڈالی چمن کی خالی ہے

چلتے چلتے جو مڑ کے دیکھے ہے — یہ ادا تیری بھولی بھالی ہے

کھیل سمجھو نہ عاشقی زاہد
اس نے کتنوں کو مار ڈالی ہے

زندگی جس کو میں نے ہارا ہے
بس وہی زیست کا سہارا ہے

اس کو تم اجنبی سمجھتے ہو
اپنا کہہ کر جسے پکارا ہے

دو مجھے شوق سے ابھی غم دو
میں نے کب دردِ غم سے ہارا ہے

دل تو ہم سب کو دے نہیں سکتے
دے دیا اس کو جو ہمارا ہے

کیا بھروسہ ہی وقت کا ناہید
وقت ہی وقت کا ستارہ ہے

الجھن

اُلٹھ

اُلجھنیں اتنی عیاں ہیں تیری اک تصویر سے
تجھ کو بھی ہوگی شکایت اپنی ہی تقدیر سے

زلف برہم، زرد چہرہ آنکھ میں آنسو لیے
ہو مکمل غم کا پیکر درد کی تصویر سے

پھول سا چہرہ ہے لیکن تازگی گل سی نہیں
اب ہوا آزاد شاید کرب کی زنجیر سے

حُسن بخشا جب بنایا کیوں دیا اتنے الم
تجھ کو بھی ہے ایک شکایت کاتبِ تقدیر سے

درد و غم تحریر میں لکھنے سے زائد فائدہ
کیا بدل سکتی ہیں تقدیریں تیری تحریر سے

اے حسن دُہائی ہے تیری قانون بدلتے دیکھا ہے
اہلِ عشق کی آگ میں شمس و نگ و ہر اک کو جلتے دیکھا ہے

جب عشق میں کوئی مٹتا ہے پاتا ہے وفا کی وہ منزل
دیدار کی خواہش تو نے کی اور طور کو جلتے دیکھا ہے

بھٹکایا زمانہ لاکھ مگر ایمان میں لغزش نہ آئی
یوں راہِ صداقت والوں کو اس راہ پہ چلتے دیکھا ہے

افسوس کہ پیاسے اصغرؑ کی یوں پیاس بجھائی جاتی ہے
پانی کے بدلے حلق پہ بس اک تیر کو چلتے دیکھا ہے

واللہ نہ پوچھو تم زاہد حالت وہ محبت والوں کی
ہر گام پہ اُن کی اُلفت کے تیور رنگ بدلتے دیکھا ہے

جتنے تارے ہیں نیلے گگن کیلیے

اتنے ساماں ہیں دل کی جلن کیلیے

تیرا غم، غم نہیں میرے من کیلیے

ایک کانٹا ہے میٹھی چبھن کیلیے

اور بھی بڑھ گئیں غم کی تاریکیاں

جب بھی شمع جلی انجمن کیلیے

بلبلوں کو تو نغمہ سرائی ملی

اور ہم رہ گئے ہیں وطن کیلیے

ہم سے عظمت گلوں کی تو پوچھے کوئی

خون ہم نے دیا ہے چمن کیلیے

ظلم سہنے کی آخر کوئی حد بھی ہے

کتنے سر کٹ گئے ہیں امن کے

اُن سے ذرا بھی گلہ کرکے کیا فائدہ

بے رُخی راس آئی ہے جن کے لئے

الجھن

بڑے دل شکن ہیں کرم دوستوں کے
ہیں غفلت کے پردے بھرم دوستوں کے

یہ مطلب کے اندھے، جفا کے ہیں پیکر
وفا میں بھی شامل ستم دوستوں کے

غرض کے پجاری ہیں لالچ کے بندے
نہیں اے قائل یہ ہم دوستوں کے

کوئی خار جب اپنے دامن سے اُلجھا
وہیں یاد آئے ستم دوستوں کے

خود اپنے ہی سایہ سے ہم خوف کھائے
جہاں یاد آئے کرم دوستوں کے

بہت ہی بھلے رہو اُن سے تنہا
نہ دشمن ہمارے نہ ہم دوستوں کے

خوش ہے وہ زاہد نہ پایا ہو کوئی
خوشی دوستوں کی نہ غم دوستوں کے

انجمن

چوتھو

دل میں برچھی نظر کی اتر جائے گی

دل کو زخمی بہر حال کر جائے گی

خود بخود آپ آئیں گے ایک روز یوں

آہ دل کی میرے کام کر جائے گی

تم جو دیکھو ذرا مسکرا کے مجھے

میری برباد دنیا سنور جائے گی

کیا سناؤں تمہیں داستانِ الم

سن کے رودادِ غم آنکھ بھر جائے گی

مجھ کو زاہد نہیں دل کے لٹنے کا غم

بے رخی ان کو بدنام کر جائے گی

احتجاج

پینٹو

ہم تو دیوانے ہیں بے خوف خطا کرتے ہیں
یہ کوئی جرم نہیں ہے کہ وفا کرتے ہیں

ہم نے کیا خاک کیا" دل کا ہی سودا تو کیا
لوگ دنیا میں بڑے کام کیا کرتے ہیں

بد دعا دے کے وہ ہنستے ہیں مری حالت پر
لوگ کہتے ہیں کہ ہم روز دعا کرتے ہیں

جام و مینا کی کوئی بات تو بتاؤ واعظ
قصۂ دیر و حرم روز ہوا کرتے ہیں

داد دیتے ہیں سخنور ہی سخن کی زاہد
اہلِ فن ہی ترے اشعار سنا کرتے ہیں

ادب

چھیا

آپ کی نظرِ عنایت چاہیے
زندگی میں کچھ تو راحت چاہیے

دل اگر فولاد کا بھی ہو تو کیا
آگ میں جلنے کی ہمت چاہیے

حسن کیوں مٹتا ہے راہِ عشق میں
عشق میں کچھ تو صداقت چاہیے

آپ مجھ پر کیوں مہرباں ہو گئے
اب ستم سہنے کو ہمت چاہیے

یاالٰہی غم کی کوئی حد بھی ہے
مسکرانے کی تو مہلت چاہیے

میکدہ میں آج زاہد آئے ہیں
چشمِ ساقی کی عنایت چاہیے

احساس

رسینہ

تو اپنی محفل میں اس نے کیا کہا ہوگا
ہاں میرے مقدر کا فیصلہ ہوا ہوگا

ہو گیا زمانے میں چرچا میری الفت کا
حال میرا سن سن کر وہ بھی ہنس دیا ہوگا

ہے وہ غم سے انجانا درد دل سے بیگانہ
اشک جب بہے ہوں گے جانے کیا ہوا ہوگا

حالِ دل جو کہتا ہے مسکرا کے پلکوں سے
[illegible] مسکرا کر اس نے کیا کہا ہوگا

ڈھونڈتے ہو گیا زاہد زندگی کا میلہ ہے
کل جو مل گیا تھا وہ آج کھو گیا ہوگا

ارمغان

از ـــــــــ

حسرت سے کیوں یہ دیکھ رہا ہے جہاں مجھے

تو ہی بتا دے راز ہے کیا آسماں مجھے

آنے لگیں نزع کے عالم میں ہچکیاں

اب یاد کر رہا ہے کوئی مہرباں مجھے

دیر و حرم کے قصّے بہت سن چکا ہوں میں

پھر کیوں سنا رہے ہو وہی داستاں مجھے

منزل پہ میری کیسے مجھے لا سکیں گے آپ

جب چھوڑ کے چلا ہے میرا کارواں مجھے

فانی ہر ایک شئے ہے زاہد جہان کی

ممکن نہیں کہ ساتھ دے عمرِ رواں مجھے

احساس

اُنہتر

●

مدت سے میرے دل میں جو درد بسا ہے
کوچہ کا تیرے آج پتہ پوچھ رہا ہے

اب مجھ کو اندھیروں کا کوئی خوف نہیں ہے
راہوں میں اندھیروں کی میرا دل جو جلا ہے

احساس کی راہوں میں میرے ساتھ نہیں تم
قسمت نے کہاں جا کے مجھے چھوڑ دیا ہے

رہتا ہے بہت دُور جو اپنی نظر سے
لیکن وہ میرے دل کی ہی دھڑکن میں چھپا ہے

یہ کونسی دُنیا ہے کہاں رہتے ہو زاہد
دھوکہ ہے یہ نگری میں فریب اور دغا ہے

ارحاش

میری وفا کو کس سے بھلا اب جزا ملے
حسرت ہی رہ گئی ہے کوئی باوفا ملے

ہمت کو میری کاش ذرا حوصلہ ملے
ہر اک قدم پہ مجھ کو میرا مدعا ملے

پہنچا دے مجھ کو جو میری منزل کے روبرو
یارب الٰہی ایسا کوئی رہنما ملے

آتی ہے سسکیوں کی صدا رو رہا ہے کون
دل کے قریب سے جو گذرتی صدا ملے

طوفانِ غم ہے دل کی ہی کشتی کے آس پاس
مشکل میں ایسی کون مجھے ناخدا ملے

زاہد میری حیات مسلسل کا کارواں
ہمت سے بڑھ رہا ہے ایسے راستہ ملے

اکیلا

اکبر ستمر

خشک پلکیں ہیں اور نظر تنہا
درد بھولا ہوا جگر تنہا

پوچھیے ہم سے بے بسی دل کی
شام تنہا ہے ہر سحر تنہا

ہم ہیں جو ساتھ خود کا دیتے ہیں
کون رہتا ہے اس قدر تنہا

بھول بیٹھے ہیں جب سے اُن کو ہم
ہو گئی دل کی راہ گذر تنہا

کون کس کا رہا یہاں ثاقبؔ
ہو گیا ہے بشر بشر تنہا

احسان   بہت

جو دھواں فلک پہ ہے چھا گیا، وہ مرے ہی غم کا غبـ
ہوئی دفن جس میں ہر اک خوشی یہ وہی تو اُجڑا دیـ

جو لہو سے سینچا ہے اپنے ہی نہیں چلتا اُس کا جمـ
تھا باغباں کو جو بے دخل یہ عجیب فصلِ بہـ

اے جنونِ دل تجھے کیا کہوں نہیں عشق کی کوئی انتہـ
نہ سکون وہ کبھی پا سکے، نہ مرے ہی دل کو قرا

مرے آنسوؤں کو نہ گن ابھی مرے حال پہ تو نہ کر نظـ
یہی بے بسی یہی بے کلی، مری زندگی کا سنگھـ

کبھی سر کو اپنے نہ خم کیا میں ہوں ایسا زاہد بـ
یونہی عمر ساری گزر گئی ہے بہ خانہ [illegible] کا خمار

احساس

ترنم

کیسے کہوں مقدر کا انقلاب نہیں
سویرا ہو تو گیا میرا آفتاب نہیں

حسین یوں تو جہاں میں ہیں سینکڑوں لیکن
میری نظر میں تمہارا کوئی جواب نہیں

تیرے بغیر چمن سے بہار روٹھ گئی؟
ہے یوں تو کہنے کو گلشن مگر شباب نہیں

جہاں کو ساتھ نہ لے کر جو چل سکے راہی
یقین جانیئے عزم اُن کا کامیاب نہیں

احساس

حبیبہ ہستی

●

ہر کوئی یہاں افکار و خیالات میں گم ہے

لگتا ہے زندگی ہی سوالات میں گم ہے

وہ لوگ جنہیں ناز تھا خود عزم پہ اپنے

افسوس وہی لوگ روایات میں گم ہے

کچھ دور چلو ساتھ میرے تم کو دکھا دوں

احساس میرا کتنے سوالات میں گم ہے

سورج کی چمک ڈھونڈنے والو ادھر دیکھو

سورج کا اجالا تو میری رات میں گم ہے

بے وجہ نہ مقدر کو الزام دو
کچھ سلیقہ بھی ہے زندگی کیلئے

ظاہری سجدہ ریزی بڑی چیز ہے
دل یہ مومن کا ہو بندگی کیلئے

میں جہاں کے اندھیروں سے گھبراؤں کیوں
میرا دل ہے مجھے روشنی کیلئے

کیا کرے کوئی زاہد مری رہبری
دل ہے کافی مرا رہبری کیلئے

احساس

بیچھ

اے فلک تو ستاروں سے کہہ دے زخمِ دل ہم سجائے ہوئے ہیں
اب ضرورت نہیں روشنی کی دل کی شمع جلائے ہوئے ہیں

دلِ غریبوں کا یوں ٹوٹتا ہے جیسے ڈالی سے ٹوٹے کوئی گل
دل کا دکھنا وہی جانتے ہیں، بارِ غم جو اٹھائے ہوئے ہیں

ہر طرف زندگی کا ہے ماتم، ہر طرف موت ہی گھومتی ہے
کون کس کو یہاں دے تسلی سب یہاں خوف کھائے ہوئے ہیں

تو کھٹکتا ہے خاروں کی مانند کون پوچھے ترا حال زاہد
اب تو پھولوں سے اہلِ چمن بھی اپنا دامن بچائے ہوئے ہیں

احساس

ستمبر

تصویر تیری ان آنکھوں میں اس طرح چھپائے بیٹھے ہیں
کہ تیرا غم یوں راس آیا ہر غم کو بھلائے بیٹھے ہیں

کچھ وہ تھا زمانہ پھولوں کو سینہ سے لگایا کرتے تھے
کچھ یہ ہے زمانہ کانٹوں کو دامن میں سجائے بیٹھے ہیں

کیا جانے ہوا ہے کیا دل کو رہتا ہے وہ خود سے بیگانہ
جس دل پہ بھروسہ تھا ہم کو اس دل کو گنوائے بیٹھے ہیں

پوچھا ہے بہاروں نے گل سے کیا رازِ وفا ہے سمجھاؤ
کیوں خار چمن کے دامن میں یہ خود کو چھپائے بیٹھے ہیں

نظمیں

ھند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

روح جوہر کی ہے اس میں ہے یہ حسرت کا بدن

لٹ گئے ہندوستان کے نام پر کیسے شاہ ظفر

یاد ہے جھانسی کی رانی دے گئی ہے اپنا سر

ان کی قربانی ہے باطل کو اجالے کی کرن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

کوششیں ٹیگور کی اشفاق کا اس میں لہو

جستجو شوکت کی ہے آزاد کی ہے آرزو

تب کہیں جا کر بنا ہے یہ بھگت سنگھ کا چمن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

الِسّہ

احتجاج

جس وطن کی ہر رگوں میں خون ٹیپو کا رواں
اُس کی عظمت کیا بتاؤں کیا سناؤں داستاں

داستاں دُہرا رہے ہیں مل کے دو گنگ و جمن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

ذرّہ ذرّہ جانتا ہے اُن شہیدوں کا مقام
لینے کی جب ٹھان لی تھی دشمنوں سے انتقام
کانپ اٹھی تھی یہ زمیں، تھرّا گیا نیلا گگن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

اکتالیس

کیسے بھولے گا زمانہ شاعرِ مشرق کو آج

جس نے ہندوستان کو پہنا دیا عزت کا تاج

سر بلندی ہی رہی جس کی سر جھکاتا ہی گگن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

دشمنِ انسانیت کا سر کچلتے جائیے

نفرتوں کی آندھیوں کا رخ بدلتے جائیے

راہ گاندھی کی ملی ہے اور نہرو کا چلن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

لعل جس کا ہے بہادر اس پہ ذاکر کی نظر

مقصد جمہوریت کے واسطے تھے یہ کہہ

کچھ پیام زندگی بھی دے گئے رادھا کرشن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

کتنے ویروں کی دی قربانی وطن کے

کتنے اشکوں کو بہایا ہے چمن کے وا

تب کہیں زار ہوئے آزاد یہ گنگ

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں

۱ محمد علی جوہر، ۲ حسرت موہانی، بہادر ۳ شاہ ظفر، ۴ اکشمی بائی ۵ زنبعہ نانا ۶ گور، اشفاق حسین اشفاق، ۷ شوکت علی ۸ مولانا ابوالکلام آزاد، ۹ بھگت سنگھ، ۱۰ ٹیپو سلطان ۱۱ علامہ اقبال ۱۲ مہاتما گاندھی ۱۳ پنڈت جواہر لعل نہرو ۱۴ لال بہادر شاستری ۱۵ ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۶ ڈاکٹر رادھا

ہندو کا لہو ہو یا مسلمان کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو

اب آپ سوچیے کہ سزاوار کون ہے
قاتل ہے کون اور گنہگار کون ہے
غدار کون اور وفادار کون ہے

رکٹ گیا کسی کا لوٹا ہے کسی کا گھر
حافظ تھے کون قوم کے پوشیدہ تھے کدھر
یہ دیس ہے امن کا لاشوں کا ہے شہر

گیتا کے نام کرتے ہو قرآن کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو
ہندو کا لہو ہو یا مسلمان کا لہو

ارشن

پُچراسی
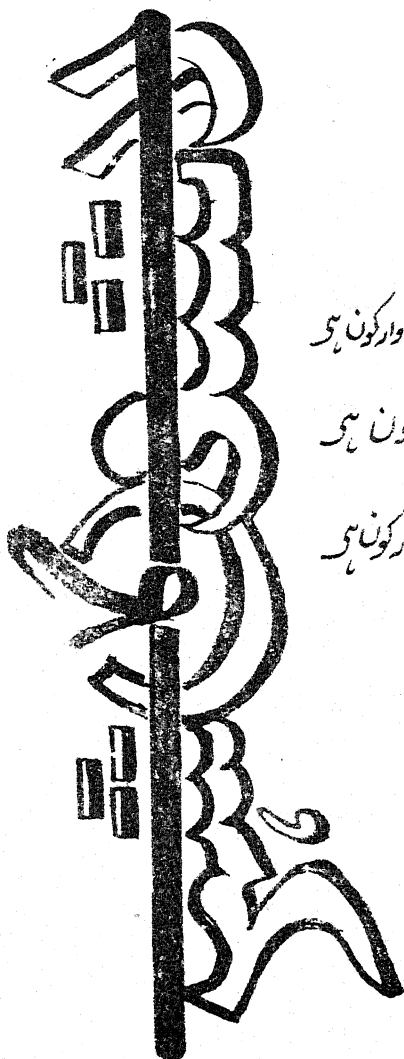
چراغ محبت کو ہر سُو جلاؤ

زمانے کو تہذیب اپنی بتاؤ

زمانے کو الفت کی راہیں دکھاؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

دلوں سے کدورت و نفرت مٹاؤ

ہر اک دل میں اپنی محبت جگاؤ

زمانے کو انسانیت تم سکھاؤ

دشمن بھی ہو گر تو اپنا بناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

اوسلمس　　پچہاسی

اپنے وطن کی عظمت تم ہی ہو

عزت و حرمت و دولت تم ہی ہو

مٹادو گے ظلمت و طاقت تم ہی ہو

برائی سے ہر وقت دامن بچاؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

بزرگوں کی تعظیم و عزت کرو تم

جو معذور ہیں اُن کی خدمت کرو تم

چھوٹوں کو دل سے محبت کرو تم۔

یہ پیغام دنیا کو اب تم سناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

اوج تابش

نظم
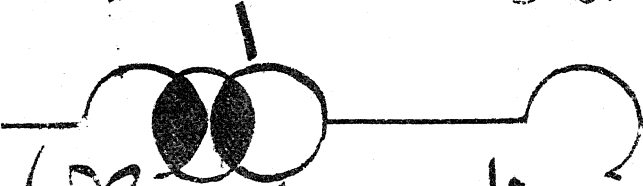
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے
کہ راس آئیں تم کو طریقے دوستی کے

بہت تم نے پایا نہ آنسو بہانا
جہاں بھی رہیں تم سدا مسکرانا
اندھیرے گئے دن ہیں روشنی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

کبھی ساتھیوں کو نہ تم بھول جانا
وفاؤں سے ہرگز نہ دامن بچانا
گذر جائیں الفت میں دن زندگی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

بھٹکے جو انساں وہ انساں نہیں ہے
زمانہ تمہارا مہرباں نہیں ہے
چراغاں کرو تم اپنی خودی سے
مبارک تمہیں دوستی دن خوشی کے

اسحاق ستیا سی

منظوم نامہ

کربل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

پوچھے تو کوئی ان سے کیوں سر کو کٹایا ہے
آواز فلک دے گا یوں حق کو نبھایا ہے

آکاش کی پلکوں سے اشکوں کی روانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

وہ لعل ہیں زہرہ رض کے حیدر رض کے دلارے ہیں
وہ دیں کے رہبر ہیں، امت کے سہارے ہیں

کربل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

قطعات

ایتش نوٹ

نہ ہوگی یہ غم کی سحر دیکھ لینا
محبت کا اپنی اثر دیکھ لینا
میری زندگی کی دعا نہ کرو تم
دعا جائے گی بے اثر دیکھ لینا

خود پر ستم یہ کیا کیئے جا رہے ہو تم
دامن میں اپنے پھول لیئے جا رہے ہو تم
مل کر گلے یہاں تو الم بانٹتے ہیں لوگ
کس سے خوشی کی آس کیئے جا رہے ہو تم

کہتے ہیں جسے اُلفت یہ غم کا ترانہ ہے
رنگین یہ دھوکہ ہے آہوں کا فسانہ ہے
تصویرِ وفاؤں کی بن کر بھی اگر آؤ
بدنام کیا کرنا دستورِ زمانہ ہے

ذکر کانٹوں کا بات کانٹوں کی
ہجر کی رات، رات کانٹوں کی
پھول کا کیا قیام گلشن میں
ہے بھروسے کی بات کانٹوں کی

—

●

میں مشتِ خاک ہوں تعمیرِ کائنات ہوں میں
ہزار بنتے ہیں قصے مرے فسانے سے

شرابِ عشق کو پی کر میں مست ہوں زاہد
نہیں ہے کام مجھے مطلبی زمانے سے

●

●

حُسن کو ماہتاب کہتے ہیں
عشق کو لاجواب کہتے ہیں
حد سے بڑھ جائے جب جنونِ وفا
اس کو زاہد عذاب کہتے ہیں

اوئنش

ترازیے

●

دامن دامن پھیلی آگ گلشن گلشن خار ہوئے
سورج کی کرنوں کے سائے جسموں کے بیوپار ہوئے

غیروں سے کیوں کیجیے شکایت اپنوں نے گھر لوٹا ہے
دشمن جن کو سمجھا کیے ہم وہ اپنے غمخوار ہوئے

●

ہر کوئی اپنے آپ سے یوں بدحواس ہے
لگتا ہے ہر نگاہ میں صدیوں کی پیاس ہے

کس منہ سے کیجیے حسن و تبسم کا تذکرہ
مدت سے زندگی کا ہی چہرہ اداس ہے

اتفاق　　　　چورا لوٹے

●

آنکھ نم ہیں لب پہ شکوہ کیوں کسی کے واسطے
لٹ رہے ہیں لوگ کتنے زندگی کے واسطے
گر اصولِ زندگی کا مقصد سمجھ لے آدمی
زندگی مشکل نہیں ہے آدمی کے واسطے

●

آنسو سمجھ کے آنکھ سے مجھ کو گرا دیئے
نکلی غرض تو خاک میں ہم کو ملا دیئے

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ امید
جس دل پہ نقش تھا وہی دل جلا دیئے

●

احسن حسن

کون کہتا ہے غم سے ڈرتا ہوں
زندگی کے الم سے ڈرتا ہوں

لوہا لوہے کو کاٹ دیتا ہے
دوستوں کے کرم سے ڈرتا ہوں

یاد آتی ہیں الجھنیں دل کی
تیری زلفوں کے خم سے ڈرتا ہوں

میرا غم میرا ہی رفیق ہے میں کسی بھی دل کی صدا نہیں
ابھی کیوں جگر سے اٹھے دھواں ابھی دل جلا ہے بجھا نہیں

●

دولت کے لیے آج میں فن بیچ رہا ہوں
محبوب میرے تیرا بدن بیچ رہا ہوں

احساس کی میت پہ اڑایا تھا کفن جو
لفظوں کا کفن تھا وہ کفن بیچ رہا ہوں

●

کئی رنج و غم ملے ہیں مجھے اک ہنسی کے بدلے
ہے قائم یہ دھوکہ یہاں دوستی کے بدلے

یہ شہر ہے ظالموں کا یہ ہے خونیوں کی بستی
یہاں موت ہی ملے گی تجھے زندگی کے بدلے

[illegible]   [illegible]

●

چمن والے چمن کو اس طرح برباد کرتے ہیں
کہ دامن سے گلوں کے خار کرتے ہیں

زباں اپنی ہے، دل اپنا کریں کیوں التجا آخر
نہیں ہے حوصلہ جن میں وہی فریاد کرتے ہیں

●

کام شبنم کا نام گلشن کا   مکرر
تم ہی سمجھو مقام گلشن کا   مکرر

خار تو خار پھول تک بیزار   مکرر
کچھ تو بدلو نظام گلشن کا   مکرر

وفاؤں کو میری تم کیوں سمجھ بیٹھے ستم ظرفی
ستم بلبل پہ اکثر دوستو صیاد کرتے ہیں
حقیقت تو یہ ہے زاہد محبت اس کو کہتے ہیں
بھلایا ہم کو جس نے ہم اُسی کو یاد کرتے ہیں

●

ابتدا زلیست کی آذاں سے ہوئی
زندگی صرف نماز تک پہونچی
مختصر داستاں حیات کی تھی
لیکن یہ بھی دراز تک پہونچی

●

انساں

ننانوے

o

حیرت میں باغباں ہے چمن کو سنوار کے
گردش میں آ گئے ہیں ستارے بہار کے

مانا ترے فراق میں کچھ بھی نہ پا سکا
کچھ لمحے کٹ گئے ہیں شبِ انتظار کے

●

سب نے دیکھا ہے پھول کا کھلنا
کس نے دیکھا ہے خار کا ماتم

خون ٹپکے گا اس کی پلکوں سے
جس نے دیکھا ہے ہجر کا عالم

○

یہ سچ ہے شاخ سے ٹوٹی ہوئی کلیاں نہیں کھلتی

وہ شیشہ ہی نہیں جڑتا جو گر کر ٹوٹ جاتا ہے

اب سنبھل جاؤ اہلِ سفینہ وقت انگڑائی لینے لگا ہے

کل تلک تو کنارے سے تھے ہم اب طلاطم سے آ کے پڑی ہے

●

نگاہِ بد سے یا رب ہر کسی کو تو بچائے رکھ

نظر سے گھر تو کیا اجڑے کہ پتھر ٹوٹ جاتا ہے

کیا قیامت ہے گلشن پہ لوگو، پھول سے ہر کلی مل رہی ہے

ایسے لگتا ہے پھولوں کی جیسے زندگی مختصر ہو گئی ہے

●

•

اُس پار کوئی ڈوب گیا ہوگا سفینہ
روتی ہے ہر ایک موج کناروں سے لپٹ کے
جس دل میں وہ آئے تھے کبھی دل وہ کہاں ہے
کچھ نقش رہے ہیں وہاں، راہوں سے لپٹ کے

•

حسنِ دنیا فریب ہے ناداں
زندگی کا نشیب ہے ناداں
غیر کے عیب پہ تو رکھ نہ نظر
عیب چننا بھی عیب ہے ناداں

•

احساس

●

کون سے جرم کی یہ مجھ کو سزا دیتے ہیں

مرنے والے کو جو جینے کی دعا دیتے ہیں

میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں

اور ہیں وہ جو محبت کا صلہ دیتے ہیں

●

دل کی دھڑکن کی طرح رہتے ہو میرے دل کے پاس

کون کہتا ہے کہ تم کو بے وفا سمجھا ہوں میں

ڈر ہے تم پہ تہمتوں کے آئے نہ پتھر کہیں

تم کو اپنے ذہن و دل کا آئینہ سمجھا ہوں میں

●

محبت چیز اچھی ہے مگر دل ٹوٹ جاتا ہے
ہزاروں درد ملتے ہیں کوئی جب چھوٹ جاتا ہے
یہ میری بدنصیبی ہے کہ تاروں کا مقدر ہے
جسے اپنا سمجھتا ہوں، وہ تارا ٹوٹ جاتا ہے

اشکِ شبنم کے چمن پہ جو بکھر جاتے ہیں
پھول بن کر کسی گیسو میں سنور جاتے ہیں
کوئی ہنستا ہے کوئی اشک بہاتا ہے یہاں
دن تو اے دوست بہر حال گزر جاتے ہیں

الٰہی میرے مومن کو تو لطفِ بندگی دے

جذبہ جاں نثاری کا دلوں کو تازگی دے

نہیں پوشیدہ تجھ سے حالِ زارِ یا رب کچھ کرم فرما

سکونِ قلب دے اس کو شعورِ بندگی دے

○

[illegible]